بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

TALIM - UL - ISLAM COLLEGE RABWAH
عِلمٌ و عَمَلٌ

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ
المنار
تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

فروری 2011ء
جلد نمبر 1
شمارہ نمبر 2

روشنی اور بلندی کا نشان

مجلس ادارت مدیر : مقصود الحق معاون مدیر : مبارک احمد صدیقی و سید نصیر احمد

Ph. No. +44 (0) 20 87809026 E-mail : editoralmanar@hotmail.com

ارشادِ باری تعالیٰ

حکمت ۔ ایک خیرِ کثیر

یُؤۡتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ؕ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿البقرہ آیت 270﴾

وہ جسے چاہے حکمت عطا کرتا ہے اور جو بھی حکمت دیا جائے تو یقیناً وہ خیرِ کثیر دیا گیا اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔

حدیث ِ نبوی ﷺ

ہر حکمت کی بات مومن کی متاع ہے

کَلِمَۃُ الۡحِکۡمَۃِ ضَالَّۃُ الۡمُؤۡمِنِ فَحَیۡثُ مَا وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت اور دانائی کی بات تو مومن کی اپنی کھوئی ہوئی چیز ہوتی ہے، اسے چاہیے کہ جہاں بھی اسے پائے لے لے کیونکہ وہی اس کا بہتر حقدار ہے۔

(چالیس جواہر پارے صفحہ 115)

ارشاداتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حکمت حضرتِ فیاضِ مطلق کی طرف سے عطا کردہ ایک نور ہے

سو یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں یہ خیرِ کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحرِ محیط کے رنگ میں ہیں جو کلامِ الٰہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے جو اعلیٰ درجہ کے حقائقِ حقہ ان کے نفسِ آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں ان پر منکشف ہوتی رہتی ہیں۔

(براہینِ احمدیہ جلد اوّل صفحہ 533)

کلام الامام امام الکلام

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو! ہے حاصل اسلام تقویٰ
مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ
کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

(درثمین)

احمدی نے علم و معرفت کے میدان میں سب سے آگے بڑھنا ہے۔ ذرا سی محنت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام سے یہ وعدہ ہے کہ آپکے فرقے کے لوگ علم و معرفت میں ترقی کریں گے، تو اس کا بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے ہمارے ہر طالبعلم کو، اور جب کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ مدد فرمائیگا۔ انشاء اللہ۔

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ از مشعل راہ جلد پنجم صفحہ 125)

تعلیم الاسلام
جماعت احمدیہ کا تعلیمی نظام
ایک خدائی تحریک

تاریخ احمدیت کے ورق ورق پر جماعت احمدیہ پر قدم بہ قدم خدا تعالیٰ کے نازل ہونے والے احسانوں کا اس تواتر سے ذکر ملتا ہے کہ انسان بے اختیار خدا تعالیٰ کی حمد و توصیف کرتا ہوا جھوم اٹھتا ہے۔ تاریخ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ مسیح موعودؑ کی ہر دعا کی قبولیت کے حیران کن واقعات سے بھری پڑی ہے۔ دعاؤں کی قبولیت کے مبارک اثرات دنوں، ہفتوں، مہینوں نہیں بلکہ سال ہا سال سے چلے آ رہے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام ایک ضرورت کیلئے دعا کرتے ہیں۔ وہ ضرورت نہ صرف پوری ہو جاتی ہے بلکہ اس دعا کے نیک اثرات سے حالات سالہا سال بہتر صورت اختیار کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ آسمانی مائدہ آئندہ نسلوں کو متمتع کرتا ہوا چلا جاتا ہے اور جماعت کی ہر نسل خدا کے فضلوں کو نازل ہوتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنے ایمان میں پختہ سے پختہ تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

اس طرح کا ایک واقعہ جماعت کا 1898ء میں اپنا پرائمری سکول شروع کرنا ہے، جو بظاہر ایک وقتی ضرورت تھی مگر حضور علیہ السلام کی دعاؤں کے طفیل یہ پرائمری سکول باوجود بہت سی رکاوٹوں کے چند سالوں میں حضورؑ کی زندگی میں ہی کالج کے درجے تک پہنچ گیا۔

(مکرم پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب کے مضمون سے ماخوذ)

سال بہ سال ہونیوالی تدریجی ترقی کا خاکہ

سال اور تاریخ	ترقی
یکم جنوری 1898ء	قادیان میں مدرسہ تعلیم الاسلام کی پرائمری کلاسز کا آغاز
5 مئی 1898ء	تعلیم الاسلام مڈل سکول
فروری 1900ء	تعلیم الاسلام ہائی سکول (نویں کلاس)
مارچ 1901ء	تعلیم الاسلام ہائی سکول (دسویں کلاس)
28 مئی 1903ء	تعلیم الاسلام انٹر کالج
1905ء	کالج کی بندش بوجہ یونیورسٹی ایکٹ
14 جون 1944ء	دوبارہ اجراء تعلیم الاسلام انٹر کالج
1945ء	تعلیم الاسلام ڈگری کالج
10 دسمبر 1947ء	بٹوارے کے بعد لاہور میں تعلیم الاسلام انٹر کالج کا اجراء
6 دسمبر 1954ء	ربوہ میں تعلیم الاسلام انٹر کالج کا افتتاح
1962-1961ء	تعلیم الاسلام ڈگری کالج
1964-1963ء	تعلیم الاسلام پوسٹ گریجویٹ کالج

پاکستان کے مشہور شاعر
جناب انور مسعود صاحب کے ساتھ ایک شام

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو کے مورخہ 22 فروری 2011 کو بروز منگل آٹھ بجے شام (بعد نماز عشاء) بیت الفتوح میں پاکستان کے مشہور و معروف مزاح گو شاعر جناب انور مسعود صاحب کے ساتھ ایک شعری نشست کا انعقاد کر رہی ہے۔ کالج کے سابق طلباء سمیت جملہ احبابِ جماعت کو شمولیت کی پُر خلوص دعوت دی جاتی ہے۔ امید ہے احباب کثرت سے شامل ہو کر اس دلچسپ نشست سے لطف اندوز ہونگے۔ براہِ کرم یہ اطلاع دیگر احمدی احباب تک بھی پہنچا دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

’’المنار‘‘ کا پہلا شمارہ

☆سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم عطاء المجیب راشد صاحب صدر ایسوسی ایشن کے نام اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

’’آپ کا خط ملاجس کے ساتھ آپ نے رسالہ ’المنار‘ کا پہلا شمارہ بھجوایا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت ہر لحاظ سے مبارک کرے۔ آپ کو اسے مزید معیاری اور مفید بنانے کی توفیق دے اور ہر لمحہ اپنے فضلوں سے نوازتا رہے۔ اللہ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آمین۔‘‘

☆المنار کے الیکٹرانک ایڈیشن کی اشاعت پر مبارک صد مبارک۔

(پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب۔ امریکہ)

☆المنار کے ازسرِ نو اجراء پر بہت خوشی ہوئی۔

(پروفیسر حمید احمد چوہدری صاحب۔ جرمنی)

☆اللہ تعالیٰ المنار کے اس نئے دور کو بہت مبارک کرے۔

(عبدالفاطر ملک صاحب۔ اٹلی)

☆المنار بھجوائے جانیوالوں کی فہرست میں مجھے بھی شامل کر لیں۔

(ڈاکٹر صفی اللہ چوہدری صاحب۔ امریکہ)

☆المنار کی اشاعت پر دلی مبارکباد۔

(عبدالباری ملک صاحب۔ یوکے)

☆نہایت اعلیٰ کوشش ہے۔ اسے جاری رکھیں۔

(محمد اسحاق اطہر صاحب۔ جرمنی)

☆المنار کے ازسرِ نو اجراء پر حضور انور کی خدمت میں مبارکباد۔

(منیر الحق شاہد صاحب۔ کینیڈا)

☆ شمارہ پڑھ کر مزا آیا۔ بہت لمبا کچھ نہ تھا۔ بہت اچھا لگا۔

(عمرانہ نصیر۔ برزبین آسٹریلیا)

☆المنار پڑھکر بہت لطف آیا اور بہت اچھا لگا۔

(محمد انیس (دیالگڑھی) جرمنی)

☆ جزاک اللہ۔ نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

(ملک نسیم احمد سویڈن)

علمی نکات

رسالہ ’’المنار‘‘ کے ماٹو علم وعمل کی مناسبت سے ایک کالم علمی نکات کے عنوان سے جاری کرنے کا ارادہ ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب یا ملفوظات کے مطالعہ کے دوران جو خاص علمی نکتہ آپ کو پسند آئے وہ ہمیں اس کالم کیلئے ارسال فرمائیں تا کہ سب اس سے استفادہ کر سکیں۔

☆☆☆

قرآن شریف کی علل اربعہ

’’الم. ذالک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین ۔

میں اللہ جو بہت جاننے والا ہوں۔ یہ کتاب جو شک وشبہ اور ہر عیب ونقص سے پاک ہے متقیوں کی ہدایت کیلئے بھیجی گئی ہے۔

ہر شے کی چار علتیں ہوتی ہیں۔ یہاں بھی ان علل اربعہ کو بیان کیا ہے اور وہ علل اربعہ یہ ہوتی ہیں۔ علّت فاعلی، علّت صوری، علّت مادی، علّت غائی۔ اس مقام پر قرآن شریف کی چار علّتوں کا ذکر کیا۔

علّت فاعلی تو اس کتاب کی الم ہے اور الم کے معنے میرے نزدیک انا اللہ اعلم یعنی میں اللہ وہ ہوں جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور علّت مادی ذالک الکتاب ہے۔ یعنی یہ کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہے: اور علّت صوری لا ریب فیه ہے۔ یعنی اس کتاب کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ ہی نہیں۔ جو بات ہے مستحکم اور جو دعویٰ ہے وہ مدلل اور روشن۔ اور علّت غائی اس کتاب کی ھدی للمتقین ہے۔ یعنی اس کتاب کے نزول کی غرض وغایت یہ ہے کہ متقیوں کو ہدایت کرتی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 7-306)

تاریخ کا ایک ورق

تعمیر ربوہ کا پس منظر

1887ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی مخالفت انتہا کو پہنچ گئی جس میں قادیان کے بعض آریہ سماج بھی پنڈت لیکھرام کی شہہ پر شامل ہو گئے۔ان دنوں حضرت اقدسؑ نے قادیان سے کسی دوسرے شہر کی طرف ہجرت کرنے کا قصد فرمایا تھا۔چنانچہ آپ نے شحنۂ حق میں اپنے اس ارادے کا ذکر تحریر فرمایا ہے۔

18 ستمبر 1894ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الہام نازل ہوا:

''داغِ ہجرت'' (تذکرہ صفحہ 218)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رویاء نبی کے زمانے میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں ۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔''

(بدر جلد اول نمبر 23, 7 ستمبر 1905ء)

1947ء برصغیر ہند و پاکستان کی تاریخ میں قیامت صغریٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔کیونکہ اس سال انتقال اقتدار کی وجہ سے کروڑوں افراد کا تبادلہ ہوا اور فتنہ وفساد کی آگ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف پھیل گئی۔ بالخصوص مشرقی پنجاب کے نہتے مسلمانوں پر ایسے انسانیت سوز مظالم توڑے گئے جن کے تصور سے بھی روح کانپ اُٹھتی ہے۔قتل وغارت کے ان شعلوں نے جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کے نواح کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

حضرت خلیفة المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے جب دیکھا کہ مشرقی پنجاب میں رہ کر اشاعت دین کا کام جاری رکھنا ناممکن نظر آتا ہے تو آپ قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔یوں حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ''داغِ ہجرت'' پورا ہو گیا۔

حضرت خلیفة المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے مطالعہ سے جب مجھ پر یہ امر منکشف ہوا کہ ہمارے لئے ایک ہجرت مقدر ہے اور ہجرت ہوتی ہی لیڈر کے ساتھ ہے تو یہ فیصلہ کیا گیا کہ مجھے قادیان چھوڑ دینا چاہئے۔''

(بحوالہ خطبہ جمعہ 10 جولائی 1949ء) نیز فرمایا:

''یہاں پاکستان پہنچ کر میں نے پورے طور پر محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے یعنی ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ فوراً ایک مرکز بنایا جائے۔''

(ماخوذ از خطبہ جمعہ 15 جولائی 1949ء منقول از الفضل 31-7-49)

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ جماعت کو چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کے پار ایک ایسا رقبہ مل گیا جو بالکل بنجر اور غیر آباد تھا۔یہ رقبہ جو 1034 ایکڑ پر مشتمل تھا گورنمنٹ سے خرید لیا گیا اور گو یہ قطعہ جس کا طول بہت زیادہ اور عرض نسبتاً کم اور اس کے اندر سے گزرنے والی ریلوے لائن اور پختہ سڑک کے علاوہ پہاڑی ٹیلوں کی وجہ سے کئی حصوں میں تقسیم شدہ بھی تھا جسے اچھی آبادی کیلئے زیادہ مناسب نہیں سمجھا جاتا تھا۔مگر بہرحال جو چیز مل سکی خدا تعالیٰ کے شکر کے ساتھ قبول کر لی اور اسے قادیان سے آئے ہوئے پناہ گزینوں اور صدر انجمن احمدیہ کے اداروں کے واسطے بستی آباد کرنے کیلئے تجویز کر لیا گیا۔

چنانچہ 20 ستمبر 1948ء بروز پیر اس کا افتتاح ہوا اور حضرت مصلح موعودؓ نے وہاں جا کر ایک بڑے مجمع کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی۔اس موقع پر ایک وسیع شامیانہ اور کچھ خیمے نصب کر دئے گئے اور چنیوٹ، احمد نگر، لالیاں اور سرگودھا کے علاوہ کئی

دوست لاہور سے بھی اس بابرکت تقریب میں شامل ہونے کیلئے پہنچ گئے تھے۔نماز ظہر ڈیڑھ بجے شروع ہوئی جس میں تقریباً اڑھائی صد احباب نے شرکت کی۔اس کے بعد شریک ہونے والے احباب کی فہرست تیار کی گئی۔پھر حضور انورؒ نے ایک نہات درجہ مؤثر اور درد سے بھری ہوئی تقریر کے بعد حاضرین کے ساتھ لمبی دعا کی۔اس کے بعد برکت کے خیال سے پانچ بکرے ذبح کئے گئے۔چار بکرے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے چار صحابہ نے چار کونوں پر ذبح کئے اور وسط والا بکرا حضورؒ نے خود ذبح فرمایا:بانی ربوہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

''یہ کبھی وہم نہ کرنا کہ ربوہ اجڑ جائے گا۔ربوہ کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے۔ربوہ کے چپہ چپہ پر اللہ اکبر کے نعرے لگے ہیں۔ربوہ کے چپہ چپہ پر محمد رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا گیا ہے۔خدا تعالیٰ اس زمین کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔یہ بستی قیامت تک خدا تعالیٰ کی محبوب بستی رہے گی اور قیامت تک اس پر برکتیں نازل ہوں گی۔اس لئے کبھی نہیں اجڑے گی۔کبھی تباہ نہیں ہوگی بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا میں کھڑا کرتی رہے گی۔''

ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دعا گو
کعبہ کی پہنچتی رہیں ربوہ کو دعائیں

رابطہ کیلئے

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن برطانیہ سے رابطہ کیلئے مندرجہ ذیل نمبر نوٹ فرمالیں:

صدر:	020 8871 1699
نائب صدر:	020 8395 9866
سیکریٹری:	020 8870 0275
ایڈیٹر المنار:	020 8780 9026

یادوں کے دریچے

سجناں دی کار

جن دنوں حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کالج کے پرنسپل تھے،آپکے پاس ایک پرانی کار تھی جس پر ہوسٹل کی سالانہ تقاریب میں اکثر ہلکا پھلکا مزاح اور نظمیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس پر آپ غصے کی بجائے خوشی محسوس کرتے تھے۔چوہدری محمد علی صاحب اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایک نوجوان نے جو جماعت کے ایک نہایت مخلص اور معروف خاندان سے تعلق رکھتے تھے،آپ کی ولزلے کار پر ایک طنزیہ مضمون لکھا اور المنار کے انگریزی حصے میں چھپنے کیلئے دیا۔ وہ خود ایک بہت بڑی نئی کار میں کالج آیا کرتے تھے اور ولزلے ایک چھوٹی سی پرانی کار تھی۔محدود مجلس میں حدود کے اندر رہ کر ہلکا پھلکا مزاح ایک الگ بات ہے لیکن اس طرح عام اشاعت کیلئے مضمون کا المنار میں چھپنا ایک بالکل دوسری بات تھی۔چنانچہ عاجز نے مضمون شائع کرنے سے انکار کر دیا۔اس پر حضور کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ''یہ مضمون ضرور چھپنا چاہئے۔''

مختلف رسالوں میں اس کار پر اتنی نظمیں لکھی گئیں کہ ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ ساری نظمیں اکٹھی کروتا کہ ''دیوان کار'' چھپوایا جا سکے اور اگر میں اسے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں پیش کروں تو مجھے نئی کار مل جائے۔

ایک مرتبہ اس عاجز نے بھی ہوسٹل فنکشن کے موقع پر پنجابی میں ایک نظم اس کار پر لکھی لیکن نظم نہ سنائی۔فنکشن ختم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ سب بیٹھے رہیں جب تک نظم نہ سنائی جائے گی فنکشن ختم نہیں ہوگا......عزیز اکرم میر نے یہ نظم پڑھ کر سنائی......ایک ادھورا بند کچھ اس طرح سے یاد ہے:

''کالئے کلوٹئے نی سوہنہ مینوں باپ دی
جدوں سوہنا وچ بہووے توں وی سوہنی جاپدی
جوڑ جوڑ ہل جاوے جدوں اے کھنگدی
ساڈے سجناں دی کار اے کالے رنگ دی''

(حیات ناصر جلد اوّل۔صفحہ 212-213)

(ماہ فروری میں یومِ مصلح موعود کی مناسبت سے تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالبعلم اور اردو کے پروفیسر مکرم مبارک احمد عابد صاحب کی مشہور نظم ہدیہء قارئین ہے۔)

ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں

اے فضل عمر تیرے اوصاف کریمانہ
یاد آکے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ

ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطان بیاں تیرا انداز خطیبانہ

قدرت نے جو بخشا تھا نور سکون دل
آنکھوں سے ہے اب اوجھل وہ نرگس مستانہ

دشمن بھی پکار اٹھے اسلام کی خاطر ہی
محمود نے دکھلائی جانبازیٔ پروانہ

اسلام کی مشعل کو دنیا میں کیا روشن
پھر تونے اجاگر کی سرگرمیٔ فرزانہ!

ہاں! علم و عمل میں تھا اک پیکر عظمت تو
اسلام کا شیدائی ، اللہ کا دیوانہ

تیری ہی دعاؤں نے بخشے ہیں ہمیں ناصؔر
ربوؔہ کی فضا پر ہے پھر لطف کریمانہ

عابؔد ہے دعا میری اس تیری نشانی کو
حاصل رہے مولیٰ کی ہر نصرت شاہانہ

تعلیم الاسلام کالج کے ایک مایہ ناز طالبعلم جناب رشید قیصرانی مرحوم کے چند اشعار

کوُ بکوُ اہلِ ستم تیغِ ستم لے کے چلے
ہم فقط تیری محبت کا علم لے کے چلے
دست بستہ نظر آئے ہیں ہر اک موڑ پہ حرف
ہم جو پروانہء سلطانِ قلم لے کے چلے

''المنار'' پڑھنے کے بعد اپنی رائے اور آئندہ کیلئے مفید مشوروں سے ضرور آگاہ فرمائیں۔ ہم اس کے منتظر رہیں گے۔

ضروری اعلانات

☆ تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلباء کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنے اسماء مع کوائف (پتہ، فون نمبر، ای میل ایڈریس، کالج میں عرصہ تعلیم) سے سیکرٹری صاحب ایسوسی ایشن کو فوری طور پر بذریعہ فون یا ای میل اطلاع کر دیں۔ ان سے رابطہ کے نمبر اس گزٹ میں دوسری جگہ موجود ہیں۔

☆ جملہ ممبران مطلع رہیں کہ ایسوسی ایشن کی سالانہ ممبر شپ فیس 24 پونڈ مقرر ہے۔ جملہ ممبران سے درخواست ہے کہ یہ فیس جلد از جلد سیکرٹری صاحب مال یا سیکرٹری صاحب ایسوسی ایشن کو بھجوا دیں۔

☆ آپ کے حلقہ احباب میں اگر کوئی اور سابق طالب علم تعلیم الاسلام کالج ہوں تو انہیں بھی یہ پیغام پہنچا دیں یا ان کے اسماء اور کوائف سے آپ سیکرٹری صاحب کو مطلع فرما دیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ سابق طلبہ کی لسٹ ہر لحاظ سے جلد از جلد مکمل ہو سکے۔

بیتے دنوں کی یاد میں......

آج سے قریباً نصف صدی قبل یہ خاکسار 1949ء میں تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوا۔ان دنوں کالج کی بلڈنگ جو ہندوؤں کی متروکہ جائیداد تھی،کافی خستہ حالت میں تھی۔کالج کے پرنسل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب تھے۔آپ کی اعلیٰ انتظامی قابلیت،اساتذہ اور طلباء سے مثالی حسن سلوک اور آپ کی پرولولہ قیادت نے تعلیم الاسلام کالج کو لاہور کے چند بہترین کالجوں میں سرفہرست ہونے کا اعزاز بخشا۔ حضرت میاں صاحب نہایت حلیم طبیعت کے مالک تھے۔چہرہ پر سدا مسکراہٹ رہتی تھی۔طلباء کو اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے تھے اور ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔

حضرت میاں صاحب پولیٹیکل سائنس اور اکنامکس کے گریجویٹ تھے۔ایک مرتبہ ہمارے اکنامکس کے پروفیسر صاحب لمبی رخصت پر گئے تو حضرت میاں صاحب نے کچھ عرصہ اکنامکس کی کلاسز کو بھی پڑھایا۔اس عاجز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں ان کی شاگردی سے مستفید ہوا اور ان کی کلاس میں اکنامکس کا مضمون ان سے براہ راست پڑھا۔الحمدللہ۔

ان دنوں کالج میں ایک پٹھان ناصر خان نامی کام کیا کرتے تھے۔اسے اردو نہیں آتی تھی۔اس لئے وہ فارغ ہو کر میرے پاس آکر وقت گزارتا تھا۔عموماً اس کی ڈیوٹی گیٹ پر ہوتی تھی۔حضرت میاں صاحب اس سے بے حد پیار اور محبت کا سلوک فرماتے تھے۔ایک دفعہ ناصر خان نے مجھے کہا کہ تم ٹک شاپ میں ناشتہ کر کے کیوں رقم برباد کرتے ہو۔میں تمہارے لئے چائے اور روٹی لایا کروں گا۔میں نے محض ناصر خان کا دل رکھنے کیلئے اجازت دی کہ وہ صبح میرے لئے چائے اور روٹی لایا کرے۔ایک دن ناصر خان چائے کی کیتلی اٹھائے میرے کمرے کی طرف آرہا تھا کہ اس کی مٹھ بھیڑ حضرت میاں صاحب سے ہوگئی۔حضرت میاں صاحب نے پوچھا ناصر خان کدھر جا رہے ہو۔ناصر خان نے جواب دیا،میاں صاحب!میں بشیر رفیق کیلئے چائے اور بغیر گھی کے پراٹھے لے جا رہا ہوں۔حضرت میاں صاحب بغیر گھی کے پراٹھوں کی اصطلاح سے بے حد محظوظ ہوئے اور کئی مرتبہ مجھ سے دریافت فرماتے کہ تمہاری صحت بغیر گھی کے پراٹھوں سے بہت اچھی لگ رہی ہے۔میں آرٹس کا سٹوڈنٹ تھا لیکن کالج میں داخل ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد میرا جناب محترم پروفیسر ڈاکٹر سلطان محمود شاہد صاحب سے جو سائنس کے استاد تھے،نہایت پرخلوص اور گہرا محبت کا تعلق قائم ہوگیا۔ان کے اعلیٰ اخلاق،دوستانہ اور محبانہ انداز و رویے نے مجھے ان کی طرف ایسا کھینچا کہ بی اے پاس کرنے کے بعد بھی ہمارے تعلقاتِ خلوص و محبت میں فرق نہ آیا۔میں آرٹس کا سٹوڈنٹ ہونے کے باوجود بار محترم ڈاکٹر شاہد صاحب کے اصرار پر سائنس سوسائٹی کے ساتھ کراچی اور پھر صوبہ سرحد کے دورے پر گیا اور محترم ڈاکٹر شاہد صاحب کے اعلیٰ اخلاق سے مستفیض ہوا۔میں انہیں ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں اور آپ سے بھی ان کی صحت اور درازیٔ عمر کیلئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

میں اکنامکس کا سٹوڈنٹ تھا۔ہمارے استاد محترم فیض الرحمٰن فیضی تھے اور جناب فیضی صاحب کا تعلق طلباء سے دوستانہ ہوتا تھا۔وہ کبھی طلباء کو یہ محسوس نہیں ہونے دیتے تھے کہ وہ ہمارے استاد ہیں۔میرے ساتھ ان کا دوستانہ تعلق ایسا ہوگیا تھا کہ میں انہیں دوست زیادہ اور استاد کم سمجھتا تھا۔جناب فیضی صاحب کو اکنامکس کے مضمون پر بڑا عبور حاصل تھا۔ان دنوں پڑھائی انگریزی زبان میں ہوتی تھی۔محترم فیضی صاحب نہایت روانی کے ساتھ انگرزی زبان میں لیکچر دیتے تھے کہ گویا کوئی انگریز پڑھا رہا ہو۔ محترم فیضی صاحب نہایت خوش لباس تھے۔سوٹ اور ٹائی اعلیٰ قسم کے زیب تن فرماتے تھے۔آپ سلسلہ کے مشہور مناظر اور خالدِ احمدیت حضرت خادم صاحب گجراتی کے بھائی تھے۔ہمارے انگریزی کے استاد محترم حضرت اخوند محمد عبدالقادر صاحب تھے۔ آپ کو اپنی انگریزی دانی پر بڑا فخر تھا اور اکثر دوران لیکچر فرمایا کرتے تھے:

"Akhwand Abdul Qadir has a command over English Language."

آپ ہمیشہ اچکن اور شلوار قمیص میں ملبوس ہوتے تھے اور سر پر سفید پگڑی باندھتے تھے۔Wordsworth جو انگریزی کے مشہور شاعر گزرے ہیں ان کی نظمیں پڑھاتے وقت اس قدر محو ہوجاتے کہ یوں لگتا تھا کہ اشعار کا ان پر نزول ہو رہا ہے۔بہت عرصہ بعد مجھے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا جب قرب نصیب ہوا تو ایک دن باتوں باتوں میں حضرت اخوند صاحب کا ذکر آگیا تو حضرت چوہدری صاحب فرمانے لگے کہ اخوند صاحب کو انگریزی زبان پر غیر معمولی قدرت حاصل ہے۔بلکہ وہ تو اردو اور پنجابی بھی انگریزی لہجہ میں بولتے ہیں۔حضرت اخوند صاحب کی انگریزی دانی کی شہرت اردگرد کے کالجوں میں بھی تھی اور وہاں کے طلباء جنہیں انگریزی زبان کا شوق تھا اخوند صاحب سے ملنے ہمارے کالج آیا کرتے تھے۔

ہمارے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ محترم چوہدری محمد علی صاحب تھے۔آپ فلسفہ کے استاد تھے۔فلسفہ میرے مضامین میں شامل نہ تھا۔اس لئے ان کے بارے میں، میں استاد ہونے کے ناطے کچھ نہیں کہہ سکتا۔البتہ بحیثیت ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ،میں نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔میں ایک سال Mess کا انچارج رہا۔جناب چوہدری صاحب کو اس بات کا بہت خیال رہتا تھا کہ بورڈرز کو صحتمند کھانا میسر ہو۔محترم چوہدری صاحب کو کھیلوں میں بھی بہت دلچسپی تھی۔وہ پہلے کشتی رانی اور بعد میں باسکٹ بال کے انچارج رہے۔ان کے دور میں کھیلوں کا معیار بہت بلند تھا۔آپ شاعر بھی ہیں۔جن دنوں کا میں ذکر کر رہا ہوں ان دنوں ان کی ایک نظم بہت مشہور تھی جس کا عنوان تنہائی تھا۔یہ بہت مشکل نظم تھی جو ہماری سمجھ سے بالا تھی۔لیکن ہر محفل میں طلباء

کا پرزور مطالبہ ہوتا کہ چوہدری صاحب اپنی یہ نظم ضرور سنائیں۔ میری آپ سب سے درخواست ہے کہ محترم چوہدری صاحب کی صحت وتندرستی اور درازیٔ عمر کیلئے دعا کریں۔ان کا وجود بہت قیمتی ہے اور آپ جماعت کا ایک انمول اثاثہ ہیں۔عربی زبان کے پروفیسر صوفی بشارت الرحمٰن صاحب تھے۔میں عربی کا طالب علم نہ تھا اس لئے میں ان کی عربی دانی کی قابلیت کے متعلق کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔وہ ہمارے ہوسٹل کے ٹیوٹر بھی تھے۔میں نے اس حیثیت میں انہیں قریب سے دیکھا ہے۔محترم صوفی صاحب نہایت نیک، متقی اور عبادت گزار بزرگ تھے۔وہ اس بات کی سختی سے نگرانی کرتے تھے کہ ہوسٹل کے طلباء نمازوں میں باقاعدگی اختیار کریں۔نماز مغرب اور فجر کے بعد آپ درس القرآن و حدیث بھی دیتے تھے۔لباس میں سادگی ان کا شعار تھا۔کبھی مغربی لباس زیب تن نہ کیا۔طبیعت میں حسِ مزاح بھی موجود تھی۔خوب کھل کھلا کر ہنسا کرتے تھے۔

ہمارے مضامین میں اردو بھی شامل تھی۔ ہمارے اردو کے پروفیسر شیخ محبوب عالم خالد تھے۔آپ ایک نیک، متقی اور مخلص انسان تھے۔یہ آپ ہی کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا کہ میں کالج کے میگزین 'المنار' کے حصہ اردو کا ایڈیٹر بنا۔ میں اردو سوسائٹی کا پریزیڈنٹ بھی تھا۔حضرت خالد صاحب کی خواہش کی تکمیل میں ہم نے لاہور سے مشہور اردو ادب کی خدمت کرنے والوں کو تقاریر کی دعوت دی۔ان میں پروفیسر عبادت بریلوی، وقار عظیم اور شوکت تھانوی جیسے عظیم ادیب شامل تھے۔

ایک استاد جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور جو میرے استاد ہونے کے علاوہ میرے دوست اور ہمدرد اور سرپرست بھی تھے اور حقیقی معنوں میں ایک متقی پرہیزگار اور شفیق انسان تھے۔میری مراد حضرت مولانا ارجمند خان صاحب سے ہے۔آپ دینیات کے استاد تھے۔پٹھان ہونے کے ناطے مجھ سے محبت کرتے تھے۔باوجود لمبا عرصہ پنجاب میں رہنے کے آپ اردو پشتو لہجہ میں ہی بولتے تھے۔دینی علوم کا ایک سمندر تھے۔انگریزی زبان سے نابلد ہونے کی وجہ سے انہیں اکثر مشکل پیش آتی تھی کیونکہ کالج میں ان دنوں انگریزی کا رواج تھا۔ان کی اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے طلباء نے ان سے منسوب کر کے لطائف بھی گھڑ لئے تھے۔آپ اپنے سے منسوب لطائف کو سن کر بجائے ناراض ہونے کے ان سے لطف اندوز ہوتے تھے۔میرے پاس بھی ان سے منسوب لطائف کا ایک ذخیرہ تھا۔ایک دن فرمانے لگے مجھے معلوم ہے تم نے خود گھڑ رکھے ہیں جو مجھ سے منسوب کرتے ہو۔لیکن میں بھی ان لطف اندوز ہوتا ہوں۔آپ کی وفات کینیڈا میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے

میں آرٹس کا سٹوڈنٹ تھا لیکن جناب پروفیسر نصیر احمد خان صاحب سے بوجہ ان کے اعلیٰ اخلاق اور بے تکلفی کے نہایت قریبی تعلقات تھے۔وہ نہایت خوش اخلاق اور خوش لباس تھے۔حلیم طبع تھے اور شاعر بھی تھے۔ان کی انتھک محنت سے فزکس ڈیپارٹمنٹ لاہور کے کالجوں میں سے اوّل نمبر پر تھا۔نصیر خاں صاحب طلباء کے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔

کالج کے آفس سپرنٹنڈنٹ اے آر جنید ہاشمی تھے۔وہ نہایت خوش طبع انسان تھے۔ ہر کسی کے کام آنے والے اور ہر کسی کے دکھ سکھ میں شریک ہونے والے یہ حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب صحابی کے فرزند تھے۔گفتگو مختصر کرتے تھے۔ طلباء میں ان کا بے حد احترام تھا۔

کالج کی ایک نہایت مقبول شخصیت مددگار کارکن شادی کی تھی۔شاید ان کا نام سعدی تھا جو بگڑ کر شادی ہو گیا نہایت مستعد کارکن تھے۔ ہر طالب علم سے رابطہ رکھتے۔ حسِ مزاح سے وافر حصہ پایا تھا۔جناب پرنسپل صاحب کو ان سے بے حد پیار تھا۔اور شادی بھی ان کے ساتھ بے تکلفی کے ساتھ بات کرتا۔ایک مرتبہ ایک طالب علم نے شادی کی منت وسماجت کی کہ اس کی درخواست پرنسپل صاحب کو پیش کر کے اس کی سفارش بھی کرے۔شادی اس کی درخواست لے کر پرنسپل صاحب کے پاس گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس وقت میں مصروف ہوں، درخواست نہیں دیکھ سکتا۔شادی بھلا کب ٹلنے والا تھا۔ درخواست ہاتھ میں لے کر پرنسپل صاحب کے سامنے کھڑا رہا۔ پرنسپل صاحب کو غصہ آیا اور شادی کو باہر نکال کر اندر سے کنڈا لگا لیا۔شادی بھی ٹلنے والا نہ تھا۔درخواست کو دروازہ کے نیچے سے گزار کر آواز دی کہ درخواست اٹھا لیں اور بچے کا کام کر دیں۔ پرنسپل صاحب کو ہنسی آ گئی۔ دروازہ کھولا، درخواست منظور کر کے شادی کو پکڑائی اور شادی خوشی خوشی درخواست طالب علم کے پاس لے گیا۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ میں اور جناب سید سلطان محمود صاحب شاہد چاندنی رات سے لطف اندوز ہونے کیلئے کالج کے صحن میں بیٹھے تھے کہ شادی ہاتھ میں ایک بڑا پیالہ پکڑے سامنے آیا اور سلام کیا۔شاہ صاحب نے پوچھا شادی ہاتھ میں کیا ہے۔کچھ بچا کھچا سالن روٹی ہے۔آپ کھا لیں۔شاہ صاحب نے کہا میں نے تو یوں ہی پوچھا ہے، ہم نے کھانا کھا لیا ہے۔شادی اصرار کرنے لگا تو شاہ صاحب نے تنگ آ کر اسے ڈانٹا کہ کہہ جو دیا کہ کھا چکے ہیں۔شادی نے نہایت معصومیت سے کہا، کھا لو، کھا لو ویسے بھی میں اسے پھینکنے جا رہا تھا۔ شادی کے بے شمار قصے ہیں جنہیں بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔

میرے خیال میں مجھے اب یہ مضمون ختم کرنا چاہئے۔میری طرح بغیر گھی کے پراٹھے آپ کو دستیاب نہیں ہوں گے۔لیکن شاید بغیر گوشت کے پلاؤ آپ کا منتظر ہو اس لئے میں مزید آپ کے اور بغیر گوشت کے پلاؤ کے درمیان حائل نہیں رہنا چاہتا۔

آخر میں ان تمام اساتذہ وکارکنانِ کالج کیلئے جنہوں نے دن رات کی محنت اور کاوش سے تعلیم الاسلام کالج کو بامِ عروج تک پہنچایا۔دعا کریں کہ جو ان میں وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جو ابھی زندہ ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

(بشیر احمد رفیق۔سابق طالبعلم تعلیم الاسلام کالج ۱۹۴۹ تا ۱۹۵۳)